8 خدا پرستوں کے خدا تک راستے

4716CH08

آپ لوگوں نے عبادت کی طرح طرح کی رسوم لوگوں کو ادا کرتے دیکھا ہوگا۔ کسی کو بھجن گاتے 'کیرتن کرتے یا قوالی گاتے' بلکہ اپنے خدا کا نام صرف خاموشی سے دہراتے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگ خود بخود رونے لگتے ہیں۔ اپنے خدا سے اتنا لگاؤ یا لگن بہت سی بھکتی اور صوفی تحریکوں کی دین ہے جو آٹھویں صدی سے ابھرنا شروع ہوئیں اور جلد ہی اپنی جڑیں مضبوط کرلیں۔

اعلیٰ ترین وجود کا تصور

بڑی بڑی حکومتیں اور بادشاہتیں وجود میں آنے سے پہلے لوگوں کے مختلف گروہ اپنے اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ جب شہروں، تجارتوں اور سلطنتوں کے ذریعے مختلف لوگ قریب آئے اور آپس میں ملے جلے تو یہ نئے نئے تصورات ابھرنے شروع ہوئے۔ یہ تصور بھی عام طور پر مقبول ہوا کہ ہر جاندار جنم اور موت کے ایک طویل چکر سے گزرتا ہے جس میں وہ اچھے برے عمل یا کام کرتا ہے۔ پھر یہ تصور بھی اسی زمانے میں پیدا ہوا اور ذہنوں میں جما کہ انسان پیدائش کے وقت بھی برابر نہیں ہوتے۔ یہ اعتقاد کہ ''شریف خاندان'' یا کسی ''اعلا ذات'' میں پیدا ہوکر پیدائش سے ہی کچھ سماجی فائدے حاصل ہونے لگتے ہیں' کئی بڑی بڑی مذہبی کتابوں کا یہ اہم موضوع رہا ہے۔

بہت سے لوگوں کو یہ تصورات ذہنی طور پر پریشان رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے بدھوں اور جینیوں کی تعلیمات کی طرف رجوع کیا جن کے نزدیک سماجی فرق یا اونچ نیچ پر قابو پایا جاسکتا تھا اور اپنی ذاتی کوششوں یا عمل سے جنم' موت اور دوبارہ جنم (آواگون) کے چکر کو توڑ ناممکن تھا۔ کچھ دوسرے لوگ سب سے اعلا ایک وجود کے تصور میں کشش محسوس کرتے تھے' جو اگر اس تک دل کی سچی لگن (یا بھکتی) کے ساتھ پہنچنے کی کوشش کی جائے' تو وہ انسان کو ان بندھنوں سے چھٹکارا

© NCERT not to be republished

دلا سکتا تھا۔ یہ تصور، جس کی وکالت بھگود گیتا میں کی گئی ہے، موجودہ (عیسوی) دور کی ابتدائی صدیوں میں زیادہ مقبول ہوا۔ سب سے اعلا دیوی دیوتا کے روپ میں شیو، وشنو اور درگا کی پوجا پوری مذہبی رسوم اور پابندیوں کے ساتھ ہونے لگی تھی۔ ساتھ ہی دوسرے علاقوں میں جن مقامی دیوی دیوتاؤں کی پوجا ہوتی انھیں بھی شیو، وشنو اور درگا کے روپ میں پہچانا جانے لگا۔ اس عمل میں مقامی عقیدے، تصورات پورانی (Pauranic) کہانیوں کا حصہ بنتے چلے گئے اور پورانوں میں جو پوجا پاٹ کے طریقے بتائے گئے تھے وہ مقامی پنتھوں یا فرقوں میں اپنائے جانے لگے۔ آخرکار پورانوں نے بھی یہ بات واضح کردی کہ پوجا کرنے والوں کے لیے یہ ممکن ہے کہ اپنی ذات پات کی اعلا یا ادنا حیثیت کے تصور کے بغیر خدا کا کرم یا قربت حاصل کرلیں۔ بھکتی کا یہ تصور اتنا مقبول عام ہوا کہ بودھوں اور جینیوں تک نے اس عقیدے کو اپنا لیا۔

شکل۔1

بھگود گیتا کے جنوبی ہند کے مخطوطے کا ایک صفحہ۔

جنوبی ہندوستان۔ نینار اور الوار میں بھکتی کی ایک نئی قسم

?

آپ آج بھی ان عقیدوں اور زبانی روایتوں کے متواتر مقبول ہوتے رہنے کے عمل کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ کیا آپ اپنے اردگرد کے ماحول سے کچھ مثالیں تلاش کرسکتے ہیں؟

ساتویں سے نویں صدی کے درمیان کچھ نئی مذہبی تحریکیں ابھرتی نظر آئیں، جن میں ایک کی قیادت نینار (شیو کے معتقد سنت) اور دوسرے کی الوار (وشنو کی معتقد سنت) کررہے تھے۔ یہ لوگ اونچ نیچ ہر ذات یہاں تک کہ 'اپلائیار' اور 'پنار' چھوتوں تک سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ بودھوں اور جینیوں پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے اور نجات یا چھٹکارے کے لیے صرف شیو اور وشنو کی محبت اور عقیدت کا راستہ بتاتے تھے۔ محبت اور ہیرو ازم کے اظہار کے لیے یہ اپنی مثالیں اور نمونے 'سنگم' ادب سے (جو تامل ادب کا سب سے پہلا نمونہ ہے اور جو موجودہ عیسوی دور کی ابتدائی صدیوں میں لکھا گیا تھا) حاصل کرتے تھے اور ان میں بھکتی کا رنگ بھر دیتے تھے۔ نینار اور الوار معتقدین جگہ جگہ گھومتے تھے اور جن گاؤں میں یہ پہنچتے تھے وہاں کے مقامی دیوی دیوتاؤں کی شان میں خوبصورت نظمیں لکھتے تھے اور انھیں موسیقی کا روپ دیتے تھے۔

© NCERT not to be republished

نینار اور الوار

63 نینار تھے جو مختلف ذاتوں کا پس منظر رکھتے تھے' جیسے کمہار' اچھوت' مزدور' کسان' شکاری' سپاہی' برہمن اور سردار۔ ان میں سب سے جانے پہچانے اپار' سمبندار' سُند رار اور مانکاؔ واسا گار تھے۔ ان کے گیتوں کے دو مجموعے ہیں' تیورم' اور' تروو یکا کم'۔

12 الوار تھے اور یہ بھی اتنے ہی مختلف ذاتوں کے پس منظر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ جانے پہچانے پیری الوار' اس کی لڑکی انڈال' ٹونڈارا ڈپو ڈی الوار اور نمّلوار تھے۔ ان کے گیتوں کا مجموعہ ,دویاّ پر بندھم' میں ہے

دسویں اور بارھویں صدیوں کے درمیان چول اور پانڈیا خاندان کے بادشاہوں نے بہت سی زیارت گاہوں کے پاس بہت بڑے بڑے مندر بنوائے جہاں یہ سنت کوی' آیا کرتے تھے۔ اس کے اثر سے بھکتی روایت اور مندر پوجا کے درمیان رشتے مضبوط ہوئے۔ اسی زمانے میں ان کے گیتوں یا نظموں کو جمع کرنے کا کام ہوا۔ اس کے علاوہ الواروں اور نیناروں کی مذہبی سوانح Hagiography بھی لکھی گئیں۔ آج ہم ان متنوں کو بھکتی کی روایت کی تاریخ لکھنے میں استعمال کرتے ہیں۔

Hagiography
سنتوں کی سوانح لکھنا

شکل 2

مانکاواسا گار کا ایک برونز کا مجسمہ۔

بھگت اور مالک

یہ مانکا واسا گار کی ایک نظم ہے

میرے اس پلید گوشت کے جسم میں
تم ایسے آگئے جیسے یہ سونے کا مندر ہو
اور مجھے پورا سکون دیا اور مجھے بچالیا
اے عظمت وشان کے مالک' اے سب سے خالص ہیرے
تم نے جنم اور موت کا غم اور بھرم
سب مجھ سے لے لیا اور مجھے آزاد کردیا
اے سرور' اے نور میں نے تم میں پناہ لی ہے
اور میں کبھی تم سے جدا نہیں ہوسکتا۔

اپنے دیوی دیوتا سے شاعر اپنے رشتے یا تعلق کو کس طرح بیان کرتا ہے؟

© NCERT not to be republished

فلسفہ اور بھکتی

شنکرا، ہندوستان کے سب سے زیادہ اثر ڈالنے والے فلسفیوں میں سے ایک فلسفی، کیرالہ میں آٹھویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ادویت نظریے کے علمبردار تھے۔ ادویت اس اصول یا تصور کو کہتے ہیں جس میں روح اور سب سے اعلا، یعنی خدا کو، جو آخری حقیقت ہے، دونوں کو ایک ہی مانا جاتا ہے۔ وہ تعلیم دیتے تھے کہ برہمن جو واحد اور آخری حقیقت ہے اس کا نہ کوئی جسم ہے نہ کوئی خصوصیت۔ ان کے خیال میں ہمارے چاروں طرف کی دنیا دھوکا یا 'مایا' ہے اور 'برہمن' کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے اور نجات حاصل کرنے کے لیے وہ دنیا کو تج دینے اور علم کے راستے پر چلنے کی تعلیم دیتے تھے۔

تامل ناڈو میں گیارھویں صدی میں پیدا ہوئے رامانج پر الواروں کا بڑا گہرا اثر تھا، ان کے نزدیک نجات حاصل کرنے کا سب سے کارگر طریقہ وشنو کی پوجا یا گہری عقیدت تھا۔ وشنو اپنی عظمت سے اپنے پجاری یا معتقد کو, اس سے مل جانے میں مدد کرتا ہے۔ انھوں نے ''وششٹ ادویت'' یا ایسی یکتائی کا تصور دیا جس میں اعلاترین ذات سے مل جانے کے بعد بھی اس کا اپنا امتیاز باقی رہتا ہے۔ رامانج کے خیال نے بھکتی کے اس ایک نئے مسلک کی خاص ترغیب دی جو بعد میں شمالی ہندوستان میں ابھرا اور پھلا پھولا۔

> ?
> شنکر یا رامانج کے خیالات کے بارے میں اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

بساونّا کا ویرشیومت

ہم نے پہلے تامل کی بھکتی تحریک اور مندروں کے رشتے کے بارے میں ذکر کیا تھا۔ اس کے ردّعمل میں ایک اور تحریک نے جنم لیا جس کی نمائندگی ویراشیو تحریک سب سے اچھی طرح کرتی ہے۔ ویرشیو تحریک کو بساونّا، الامّا پربھو اور اکّا مہادیوی جیسے ساتھیوں نے شروع کیا تھا۔ کرناٹک میں یہ تحریک بارھویں صدی کے درمیان میں شروع ہوئی ویرشیومت کے ماننے والے تمام انسانوں کے لئے مساوات کی بڑی سختی سے وکالت کرتے تھے اور ذات پات اور عورتوں کے دیے گئے برہمنی تصور کے خلاف تھے۔ یہ لوگ ہر طرح کی مذہبی رسوم اور بت پرستی کے بھی خلاف تھے۔

© NCERT not to be republished

ویرشیو وچن

یہ وہ وچن، یا اقوال ہیں جنھیں بساونّا سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اسیر،شیو کے لیے مندر بنوائیں گے -
میں کیا کروں ؟
ایك غریب آدمی
کیا کرے؟
میری ٹانگیں میرے کھمبے (ستون)ہیں
جسم عبادت گاہ
سر،گنبد
سونے کا
سن !اے دریاؤں کے سنگم کے مالك
یہ کھڑی ہوئی چیزیں ڈھے جائیں گی -
مگر حرکت کرنی والی چیزیں ہمیشہ باقی رہیں گی -

? بساونّا اپنے بھگوان کو کون سا مندر پیش کر رہا ہے؟

مہاراشٹر کے ویشنو سنت شاعر مثلاً گیانیشور، نام دیو، ایکناتھ اور تکارام بھگوان وِٹھّل کے بھگت تھے۔ بھگوان وِٹھّل کی بھکتی نے وارکری فرقے کو فروغ دیا، جو پندھار پور کی سالانہ تیرتھ یاترا کو اہمیت دیتا تھا۔ وِٹھّل پنتھ بھکتی کے ایک طاقتور طریقے کے طور پر ابھرا اور عوام میں اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

تصویر کا ماخذ:

مہاراشٹرا کے سنت

تیرھویں سے سترھویں صدی کے درمیان مہاراشٹر میں بڑی تعداد میں ایسے سنت شاعر نظر آتے ہیں جن کے سیدھی سادی مراٹھی زبان میں لکھے ہوئے گیت آج تک لوگوں کو تحریک دیتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم گیانیشور، نام دیو، ایکناتھ اور تکارام اور عورتوں میں سکّو بائی اور چوکھا میلا کا کنبہ جو اچھوتوں کی 'ماہر' ذات سے تعلق رکھتا تھا شامل تھے۔ بھکتی کی اس علاقائی روایت نے پندھار پور میں وِٹھّل (وشنو کا ایک روپ) کے مندر پر اپنی توجہ مرکوز کی' اس کے ساتھ ہی ان کے یہاں ایک ذاتی دیوتا کا بھی تصور تھا جو ہر دل میں بسا ہوا تھا۔

یہ سنت شاعر ہر طرح کے مذہبی رسوم' پاکبازی کے سارے ظاہری رکھ رکھاؤ اور جنم کی بنیاد پر ہر طرح کی سماجی تفریق کو رد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ دنیا کو تج دینے کے تصور کو بھی نہیں مانتے تھے۔ اپنے خاندانوں میں رہتے تھے۔ معمولی آدمیوں کی طرح اپنی روزی روٹی کماتے تھے اور اسی کے ساتھ جب کسی کو ضرورت ہوتی تھی تو اس کی پوری خدمت اور مدد کرتے تھے۔ ان کے اس اصرار پر کہ بھکتی

© NCERT not to be republished

اصل میں دوسروں کی دکھ درد میں شریک ہونے کا نام ہے انسان دوستی کا ایک نیا تصور پیدا ہوا۔جیسا کہ مشہور گجراتی سنت نارسی مہتا نے کہا تھا: ”ویشنوتو وہ ہیں جو دوسروں کا دکھ درد سمجھتے ہیں“۔

سماجی نظام پر سوال

یہ ابھنگ (مراٹھی عقیدتمندانہ بھجن)سنت تکارام کاہے ۔

جو خود کو ملالے
کچلے اور مارے ہوؤں میں
اسے سنت مانو
کیونکہ بھگوان اس کے ساتھ ہے
وہ ہر بھلائے ہوئے کا
ہاتھ تھامتاہے
دل سے لگالیتاہے
وہ غلام کے ساتھ
اپنے بیٹے جیساسلوک کرتاہے
تکا کہتاہے
میں تھکوں گا نہیں
یہ دہرانے
ایسا انسان ہی
بھگوان ہے
انسان کے روپ میں

یہ چوکھا میلا کے بیٹے کا لکھا ہوا ایک ابھنگ ہے

ہمیں کیوں نچلی ذات بنایا
توخود اس حقیقت (کیفیت)سے دوچار نہیں ہوتا۔عظیم مالک ؟
ہمیں نہ زندگی بھر جوٹھا کھانا کھاناہے
تجھے شرم آنی چاہیے اس پر
تونے ہمارے گھرمیں کھایاہے
توکیسے انکار کرسکتاہے
چوکھا کا(بیٹا) کرماملا‘پوچھتاہے
تونے مجھے جیون کیوں دیا۔

? ان گیتوں میں سماجی نظام کے بارے میں جن خیالات کا ذکر ہے ان پر گفتگو کیجیے۔

© NCERT not to be republished

ناتھ پنتھی سِدّھا اور یوگی

شکل 3
تارک الدنیا درویشوں کا آگ کے پاس جماؤ۔

اس دور میں بہت سے مذہبی گروہ ابھرے۔ انھوں نے مذہبی روایتوں اور پرانے ڈھرّے کے مذہب کے بہت سے رخوں اور سماجی نظام پر بڑی سیدھی سادی منطقی دلیلوں کے ساتھ نکتہ چینی کی۔ ان میں ناتھ پنتھی، سدّھاچاری اور یوگی شامل تھے۔ یہ دنیا کو تج دینے کی وکالت کرتے تھے۔ ان کے نزدیک نجات کا راستہ ایک نراکار پرم ستیہ کا دھیان اور اس کے ساتھ ایک ہو جانا ہی تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے یہ دماغ اور جسم کی زبردست تربیت کی وکالت کرتے تھے جو یوگا آسنوں، سانس کو سادھنے کی ورزشوں اور مراقبے جیسی ریاضتوں سے حاصل ہو سکتی تھی۔ یہ گروہ 'نچلی' ذاتوں میں خاص طور پر مقبول ہوئے۔ روایتی مذہب پران کی تنقید نے شمالی ہندوستان میں عقیدت مندانہ (شردھا) مذہب کے مقبول ہو جانے کے لیے میدان ہموار کر دیا۔

اسلام اور تصوف

سنتوں اور صوفیوں میں بہت سی چیزیں ایک سی تھیں، یہاں تک کہ یہ بھی مانا جاتا ہے کہ انھوں نے بہت سی چیزیں ایک دوسرے سے لی تھیں۔ صوفی مسلمان عارف یا اللہ والے لوگ تھے۔ انھوں نے ظاہری مذہبی روپ کو رد کر دیا تھا اور اللہ سے محبت اور اس کی لگن، اور یہ اپنے جیسے انسانوں سے اُنس و ہمدردی کی وکالت کرتے تھے۔

اسلام شدت سے وحدت، یا خدا کے ایک ہونے اور اس کے سامنے بے چوں چرا سر جھکانے کا پرچار کرتا تھا۔ آٹھویں اور نوویں صدی میں مسلم علما نے ایک مقدس قانون 'شریعت' مرتب کیا تھا۔ مذہب اسلام میں آہستہ آہستہ پیچیدگیاں آنے لگیں۔ صوفیوں نے اس میں ایک اور جہت کا اضافہ کیا اور خدا کی مزید ذاتی عبادت پر زور دیا۔ صوفی لوگ اکثر بندھی ٹکی مذہبی روایات یا اعمال

اور علما کے طے کیے ہوئے ضابطوں یا زندگی گزارنے کے طریقوں کو مسترد کرتے تھے۔ یہ خدا سے اس انداز سے یا اس طرح ملنا چاہتے تھے جس طرح کوئی شخص دنیا کی پرواہ کیے بغیر اپنے محبوب سے ملنا چاہتا ہے۔ سنت کوِیُوں کی طرح صوفیوں نے نظمیں لکھیں جن میں اپنے احساسات کو بیان کیا اور اس کے ساتھ ہی نثر کا ایک بہت قیمتی ادب ان کے توسط سے تخلیق ہوا جس میں حکایتیں، قصے اور جانوروں کی کہانیاں شامل تھیں۔ وسط ایشیا کے بہت عظیم صوفیوں میں غزالی، رومی اور سعدی بھی تھے۔ ناتھ پنتھیوں، سدھوں اور یوگیوں کی طرح یہ لوگ اس بات کو مانتے تھے کہ انسان کے دل کی تربیت اس انداز پر کی جاسکتی ہے کہ وہ دنیا کو ایک الگ یا بدلے انداز سے دیکھے۔ انھوں نے اس تربیت کے لیے پوری طرح واضح اور تفصیلی طریقے تیار کیے تھے جن میں ذکر (کوئی مقدس نام یا فارمولا دہراتے رہنا) فکر (سوچنا) سماع (موسیقی) رقص (ناچنا) رمز یہ یا سبق آموز باتوں پر گفتگو، سانس پر

شکل 4
صوفیا سرمستی (حال) میں

کشمیر میں 15 ویں اور 16 ویں صدی میں صوفیا کے رشی سلسلے کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ یہ سلسلہ شیخ نورالدین ولی نے قائم کیا تھا، ان کو نند رشی بھی کہا جاتا ہے اور کشمیری عوام کی زندگی پر انھوں نے گہرا اثر چھوڑا ہے۔ کشمیر کے کئی حصوں میں رشی سنتوں کے نام سے منسوب کئی درگاہیں موجود ہیں۔

قابو وغیرہ شامل تھے‘اور کسی استاد یا پیر کی نگرانی میں حاصل کیے جاتے تھے ۔اس طرح صوفی استادوں یا بزرگوں کا سلسلہ شروع ہوا جو صوفی استادوں کا شجرہ ہوتا تھا جن میں سے ہر ایک تھوڑا سا مختلف اندازِ تربیت (طریقت) اپناتا تھا اور اس کی ریاضت کی رسموں میں تھوڑا بہت فرق ہوتا تھا۔

شکل-5
قرآن کے مخطوطے کا ایک صفحہ، دکن، پندرھویں صدی کے بعد کا حصہ

مسافر خانہ‘خانقاہ Hospice
مسافروں کے لیے ٹھہرنے کی جگہ خصوصاً جسے کوئی مذہبی تنظیم چلاتی ہو۔

وسط ایشیا کے صوفیوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں گیارھویں صدی سے آباد ہونی شروع ہوئی ۔ یہ صورت سلطنت دور (باب 3) میں اور بڑھی جب پورے برصغیر میں مختلف جگہوں پر بڑے بڑے صوفی مرکز قائم ہوئے۔اس نظام میں چشتیؒ سلسلہ سب سے مضبوط اور با اثر تھا۔اس میں استادوں یا پیروں کی ایک لمبی فہرست ہے جیسے اجمیر کے خواجہ معین الدین چشتیؒ، دہلی کے قطب الدین بختیار کاکیؒ‘ پنجاب کے بابا فریدؒ ‘ دہلی کے خواجہ نظام الدین اولیاؒء اور گلبرگہ کے بندہ نواز گیسودرازؒ۔صوفی بزرگ یا استاد اپنی مجلسیں اپنی ہی خانقاہوں (مسافر خانوں Hospices) میں کیا کرتے تھے۔ان کے معتقد لوگ جس میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے‘یہاں تک کہ شاہی خاندان اور امرا کے گھر والے‘اور بالکل معمولی آدمی‘سب بڑی تعداد میں خانقاہوں میں آتے تھے ۔یہ روحانی معاملات کی بات کرتے اپنے دنیا کے مسائل میں صوفی بزرگ کی دعا چاہتے‘یا صرف موسیقی اور رقص کی محفل میں حاضر ہوتے۔

اکثر صوفی بزرگوں سے ایسی کرامتیں بھی منسوب کی جاتی تھیں کہ یہ لوگ بیماروں کو ٹھیک کر سکتے ہیں اور مصیبتوں سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں۔صوفی سنتوں کے مقبرے یا درگاہ، زیارت گاہ بن گئے جہاں ہر عقیدے کے لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی۔

شکل-6
ہر طرح کے پس منظر کے لوگ صوفیوں کی خانقاہوں میں جاتے ہیں۔

not to be republished © NCERT

اللہ کو پانا

جلال الدین رومی ایران کے تیرھویں صدی کے بہت بڑے صوفی شاعر تھے۔ یہ فارسی میں لکھتے تھے۔ ان کی نظم میں سے ایک مختصر سا اقتباس یہ ہے۔

وہ عیسائیوں کی صلیب پر نہیں تھا۔ میں ہندوؤں کے مندروں میں گیا۔ ان میں سے کسی میں اس کا پتہ نشان نہیں تھا۔ نہ وہ اونچی زمینوں پر تھا نہ نیچی زمینوں پر ...... میں مکّے کے کعبے میں گیا۔ وہ وہاں نہیں تھا میں نے ابن سینا فلسفی سے اس کے بارے میں پوچھا' وہ ابی سینا کی سمجھ کی حدوں سے پرے تھا۔ میں نے اپنے دل میں دیکھا' اس میں' اس جگہ' میں نے اسے دیکھ لیا' وہ اور کہیں نہیں تھا۔

شمالی ہندوستان میں نئی مذہبی تبدیلیاں

تیرھویں صدی کے بعد شمالی ہندوستان میں بھکتی تحریک میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب اسلام برہمنی ہندو مذہب' تصوف' بھکتی کی مختلف شاخیں اور ناتھ پنتھی' سدھا' یوگی' سب ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ نئے شہر (باب 6) بادشاہتیں (باب 2،3 اور 4) ابھر رہی تھیں لوگ نئے نئے پیشے اپنا رہے تھے اور اپنے لیے نئے کام یا کردار ابھرتے دیکھ رہے تھے۔ ایسے لوگ خصوصاً دستکار' کسان اور بیوپاری اور مزدوران نئے سنتوں کو سننے دوڑے چلے آتے تھے اور ان کے خیالات کا پرچار کرتے تھے۔

شکل-7

بنگال کے چیتنیہ دیوا' سولھویں صدی کے ایک بھکتی سنت نے کرشن اور رادھا کی بے لوث عقیدت یا محبت کا پرچار کیا۔ اس تصور میں آپ ان کے پیروؤں کو ایک سرمست ناچ اور گانے میں مصروف دیکھ رہے ہیں۔

ان میں کبیر اور بابا گرونانک جیسے کچھ سنت تمام روایت پسند مذہبوں کو مسترد کرتے تھے۔ کچھ دوسرے سنت جیسے تلسی داس اور سورداس موجودہ عقیدوں اور اعمال کو تسلیم تو کرتے تھے مگر چاہتے تھے کہ یہ سب لوگوں تک پہنچ سکیں۔ تلسی داس نے اپنے خدا کو رام کے روپ میں سمجھا تھا۔ تلسی داس کی لکھی رام چرتر مانس جو اودھی (مشرقی اتر پردیش میں استعمال ہونے والی زبان) میں ہے ان کی اپنی عقیدت اور لگن اور ادبی کام کی حیثیت دونوں طرح سے اہم ہے۔ سورداس کرشن کے بہت عقیدت مند تھے۔ اس عقیدت اور محبت کا اظہار ان کی سرساگر 'سور سراولی' او ساہتیہ لہری کتابوں سے ہوتا ہے۔ ان ہی کے

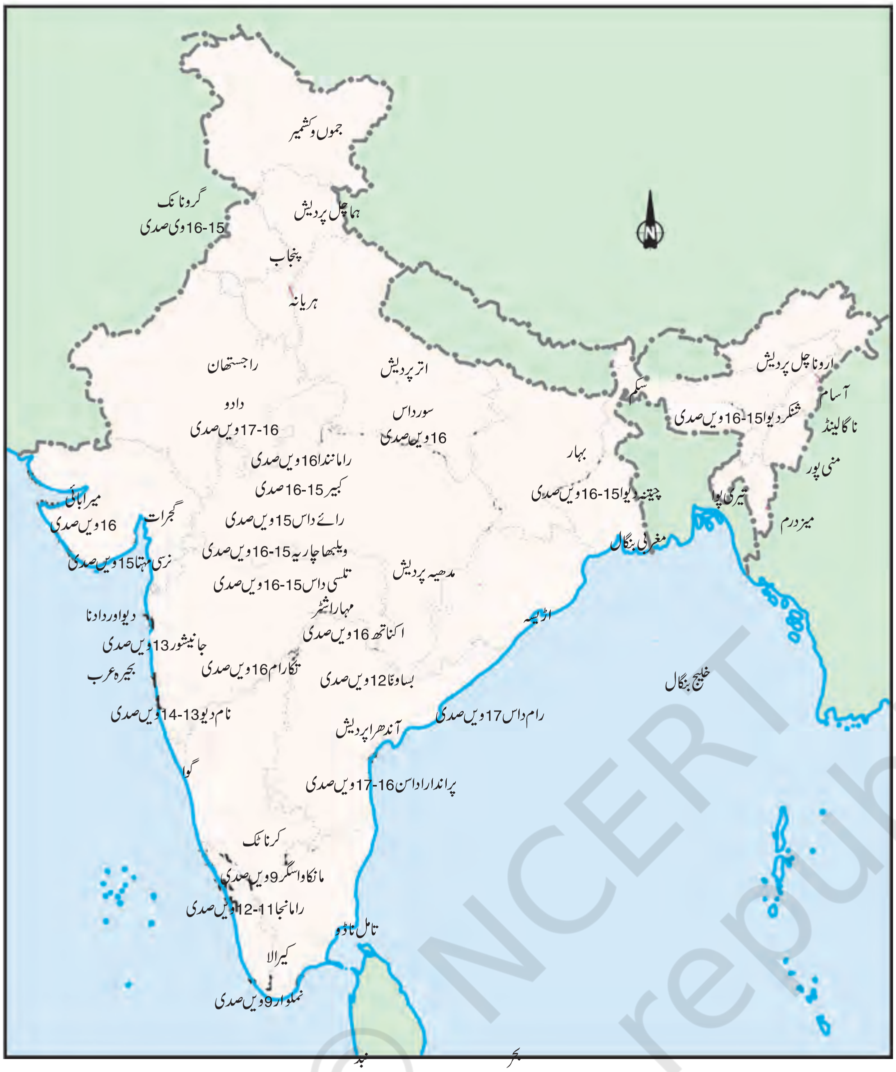

نقشہ - 1

خاص خاص بھکتی سنت اوران سے منسوب خطے

شنکر دیو کی بھکتی کو ایک سرن نام دھرم (ایک خدا کی عبادت) کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ شنکر دیو کی تعلیمات بھگود گیتا اور بھاگوت پوران پر مبنی تھیں۔ علم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے انہوں نے سترایا مٹھوں کے قیام کو فروغ دیا۔ ان کی اہم تخلیقات میں کیرتن گھوش بھی شامل ہے۔

ہم عصر آسام کے شنکر ادیوا تھے (پندرھویں صدی کا آخر) جو وشنو سے عقیدت پر زور دیتے تھے اورانھوں نے آسامی میں نظمیں اور ڈرامے لکھے تھے۔ انھوں نے ,نام گھروں' کے قیام کی بنیاد ڈالی جو پڑھنے کے گھر (مذہبی) اور پوجا گھر تھے جو سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

اس روایت میں دادودیال، روی داس اور میرابائی جیسے مہنت بھی شامل ہیں۔ میرابائی ایک راجپوت راجکماری تھیں جن کی شادی سولھویں صدی میں میواڑ کے ایک شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ میرابائی روی داس کی، جوایک ایسی ذات سے تعلق رکھتے تھے جسے 'اچھوت' ماناجاتا تھا شاگرد ہوگئیں۔ میرابائی کو کرشن سے عقیدت تھی اور انھوں نے اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے کرشن پر بے شمار بھجن لکھے۔ ان کے گیت 'اعلا' ذات کے معمول یا روایتوں کے لیے کھلی چنوتی تھے اور یہ راجستھان اور

گجرات کی عوام میں بہت مقبول تھے۔

ان سنتوں کے کاموں کی ایک سب سے ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ یہ علاقائی زبانوں میں لکھے گئے تھے اور گائے جاسکتے تھے۔ یہ فوراً مقبول ہوجاتے تھے اور ایک سے دوسری نسل کو زبانی ہی منتقل ہوجاتے تھے۔ عام طور پر سب سے غریب لوگ' سب سے محروم اور دبے کچلے فرقے اور عورتیں انھیں پھیلاتیں اور کبھی کبھی ان میں اپنے تجربات بھی شامل کردیتیں۔ اس طرح جو گیت ہمیں ملے ہیں وہ جتنے ان سنتوں کی تخلیق ہیں اتنے ان عام لوگوں کی بھی ہیں جو انھیں گاتے تھے۔ یہ اب ہمارے مقبول عوامی کلچر کا حصہ بن چکے ہیں۔

موسیقی کو فروغ دینے میں بھکتی سنتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ بنگال کے جے دیو نے سنسکرت میں گیت گووند کی تخلیق کی، جس کے ہر ایک گیت کو کسی مخصوص راگ اور تال میں تیار کیا گیا تھا۔ موسیقی پر ان سنتوں نے جو اہم اثر ڈالا وہ بھجن، کیرتن اور ابھنگ کا استعمال تھا۔ جذباتی تجربات پر زور دینے والے ان گیتوں نے عام لوگوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔

رانا کے محل سے پرے

میرابائی کا لکھا ایک گیت یہ ہے۔

راناجی 'میں نے تمھاری لاج کے سب
معمول چھوڑدیے ہیں' اور راجکماروں
کی زندگی کے سارے طورطریق'
اورمیں شہر چھوڑ کر جارہی ہوں۔اور
اس کے بعد بھی رانائم نے مجھ سے
دشمنی کیوں باقی رکھی ہے۔

راناتم نے مجھے زہر کاپیالہ دیا
میں نے ہنس کراسے پی لیا
رانامیں تم سے ختم نہیں ہوں گی
اور اس کے بعد بھی راناتم نے مجھ سے
دشمنی کیوں باقی رکھی ہے

? آپ کے خیال میں میرابائی نے رانا کا محل کیوں چھوڑا تھا؟

شکل 8
میرابائی

کبیر پر ایک گہری نظر

کبیر جو غالباً پندرھویں صدی میں رہتے تھے کچھ سب سے بااثر سنتوں میں سے ایک تھے۔ یہ بنکروں کے ایک مسلمان گھرانے میں پلے بڑھے تھے جو بنارس (وارانسی) شہر میں یا اس کے قریب کہیں رہتا تھا۔ ان کی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس قابل اعتماد معلومات بہت کم ہیں۔ ان کے خیالات کے بارے میں ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ ان اشعار کے ایک مجموعے سے ملتا ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے لکھے تھے اور ان 'ساکھیوں' اور 'پدوں' کو گھومتے پھرتے بھجن گانے والے گایا کرتے تھے۔ بعد میں ان میں سے کچھ جمع کر کے گرو گرنتھ صاحب' پنچ وانی' اور 'بیجک' کتابوں میں محفوظ کر لیے گئے۔

سچے مالک کی کھوج میں

یہ کبیر کی ایک نظم ہے

اے اللہ - رام' جو سب جانداروں میں موجود ہے - اپنے خادموں پر رحم کر - اے مالک

اپنا سر سجدہ میں کیوں پٹختے ہو؟

کیوں پانی سے اپنے بدن کا اشنان کرتے ہو؟

تم مارتے ہو اور خود کو 'خاکسار' کہتے ہو مگر اپنی برائیوں کو چھپاتے ہو۔

برہمن چوبیس بار اکادشی کا برت رکھتا ہے اور قاضی رمضان (روزہ) رکھتا ہے۔

بتاؤ مجھے وہ باقی گیارہ مہینوں کو کیوں الگ رکھ دیتا ہے؟

بارھویں میں روحانی پھلوں کی تلاش میں؟

ہری پورب میں بستا ہے - یہ کہتے ہیں اور اللہ مغرب میں رہتا ہے

اس کی کھوج اپنے من میں کرو' اپنے من کے من میں

یہیں بستا ہے، رحیم، رام

شکل-9

کبیر اپنے کرگھے پر کام کرتے ہوئے۔

اس نظم میں جو خیالات ظاہر کیے گئے ہیں وہ بساونا اور جلال الدین رومی کے خیالات سے کس طرح یکساں یا مختلف ہیں؟

کبیر کی تعلیمات مذہبوں کی تمام اہم عملی روایات کے مکمل بلکہ شدت کے ساتھ خلاف تھیں اور انھیں مسترد کرتی تھیں، ان کی تعلیمات میں عبادت کے تمام ظاہری رسوم، خواہ برہمنوں کے ہندو مذہب سے تعلق رکھتی ہوں یا اسلام سے، دونوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ان پجاری یا عابدوں کے گروہ کی بالادستی یا ان کو بڑا سمجھنے اور ذات پات کے نظام کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کے گیتوں کی زبان عام طور پر بولی جانے والی ہندی کی ایک قسم تھی جسے عام آدمی سمجھتے تھے۔ کبھی کبھی وہ رمزیہ تحریر (اشارے کی زبان) استعمال کرتے تھے جسے سمجھنا مشکل تھا۔

کبیر بے صورت ایک اعلاترین خدا کا تصور رکھتے تھے اور پرچار کرتے تھے کہ نجات حاصل کرنے کا راستہ صرف بھکتی اور لگن سے ملتا ہے۔ کبیر کے پیروکار ہندو مسلمان دونوں فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

بابا گرونانک پر ایک گہری نظر

ہم گرونانک (1469-1539) کے بارے میں کبیر سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔ تلونڈی (پاکستان میں ننکانہ صاحب) میں پیدا ہوئے اور کرتار پور میں (دریائے راوی کے کنارے ڈیرہ بابا نانک) اپنا مرکز قائم کرنے سے پہلے دور دور تک گھومے۔ ایک باقاعدہ قسم کی عبادت، جو خود ان کی حمدیہ اور عقیدت مندانہ نظموں کے گانے پر مشتمل تھی ان کے ماننے والوں کے لیے قائم ہوگئی۔ ان کے معتقد لوگ، خواہ اس سے پہلے وہ کسی نسل، ذات یا صنف سے تعلق رکھتے ہوں، بلاتفریق ایک مشترکہ باورچی خانے (لنگر) میں ساتھ ساتھ کھاتے تھے۔ اس طرح گرونانک نے جو مقدس جگہ قائم کی وہ دھرم شالہ کہلاتی تھی جسے آج گُرودوارا کہتے ہیں۔

شکل 10

بابا گورونانک، جوان عمر میں مذہبی یا مقدس لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے

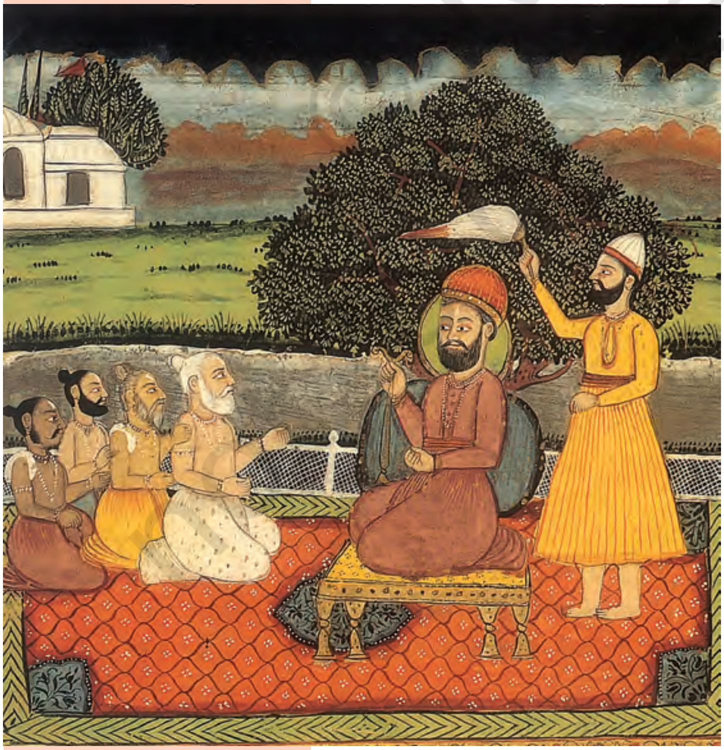

1539 میں اپنی موت سے پہلے گرونانک نے اپنے معتقدوں میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ ان کا نام تو لہنا تھا، لیکن یہ گروانگد کے نام سے جانے گئے جس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ وہ گرونانک کا ہی ایک حصہ تھے۔ گرو انگد نے گرونانک کی تمام

نظموں کو جمع کیا اور اس میں اپنی نظمیں بھی شامل کر کے ایک نئے رسم الخط میں لکھوالیا جسے گورمکھی کہتے ہیں ۔گرو انگد کے تین جانشینوں نے بھی ’نانک‘ کے نام سے ہی لکھا اور ان سب کی نظموں کو گرو اَرجن نے 1604 میں جمع کیا۔اس مجموعے میں کچھ اور مقدس لوگوں جیسے بابا فرید سنت کبیر ’بھگت نام دیو‘ گرو تیغ بہادر کی تحریروں کو بھی شامل کرلیا۔1706 میں ان کے بیٹے اور جانشین گرو گوبند نے اس مجموعے کی تصدیق کی اور اب یہ گروگرنتھ صاحب کے نام سے جانا جاتا ہے جو سکھوں کی مقدس مذہبی کتاب ہے۔

شکل 11

گوروگرنتھ صاحب کا ایک شروع کا مخطوطہ

گرو نانک کے معتقدوں کی تعداد ان کے جانشینوں کی قیادت میں بڑھتی رہی ۔ یہ بہت سی ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے مگر ان میں تاجر پیشہ‘ زراعت پیشہ، کاریگر اور دستکاروں کے گروپ غالب تھے ۔اس کا تعلق شاید اس بات سے ہو کہ گرو نانک اس بات پر زور دیتے تھے کہ ان کے پیروکار گھریلو زندگی کے لوگ ہوں اور انھیں کار آمد اور پیداواری پیشے اپنانے چاہئیں۔ان سے یہ بھی توقع کی جاتی تھی کہ یہ معتقدوں کے فرقے کے مجموعی فنڈ میں بھی مدد دیں گے۔

سترھویں صدی کے شروع تک رام داس پور (امرتسر) شہر‘ مرکزی گردوارے ہرمندر صاحب (شہری مندر، گولڈن ٹیمپل) کے ارد گرد ترقی کر چکا تھا۔ حقیقت میں یہ اپنا الگ نظام رکھتا تھا اور جدید مورخوں نے اسے سترھویں صدی کے ابتدائی حصے میں سکھ فرقے کی ’حکومت میں حکومت‘ بھی کہا ہے۔شہنشاہ جہانگیر انھیں مستقبل کا خطرہ سمجھتا تھا چنانچہ اس نے 1606 میں گرو ارجن سنگھ کو قتل کرادیا۔سترھویں صدی میں سکھ فرقے میں سیاست داخل ہونی شروع ہوئی‘ اور اس صورت حال کو آگے بڑھ کر گرو گوبند سنگھ نے 1699 میں باقاعدہ ’خالصہ‘ ادارہ بنادیا سکھوں کا وہ فرقہ جو خالصہ پنتھ کہلاتا تھا، ایک سیاسی شناخت رکھنے والا فرقہ ہو گیا۔

سولھویں اور سترھویں صدیوں میں بدلتے ہوئے تاریخی حالات نے سکھ تحریک کے بڑھنے اور مضبوط ہونے کے سلسلے میں کافی اثر ڈالا۔اس تبدیلی میں شروع سے ہی گرو نانک کے خیالات کا بڑا گہرا اثر رہا۔انھوں نے ایک خدا کی عبادت پر بہت زور دیا تھا۔انھوں نے نجات کے لیے ذات، نسل یا صنف کے تصور کے غیر ضروری ہونے پر اصرار کیا تھا۔نجات یا چھٹکارے کا تصور ان کے نزدیک

© NCERT not to be republished

انسان کی بے حرکت اور ناامیدی کی کیفیت نہیں بلکہ متحرک زندگی کی بھاگ دوڑ تھا جس میں سماجی بہتری کے لیے پوری لگن اور شعور بھی ہونا ضروری تھا۔ انھوں نے نام، دان اور اسنان کی اصطلاحوں کو خود اپنی تعلیمات کے نچوڑ کے طور پر بیان کیا تھا جس کا مطلب حقیقی عبادت۔ دوسروں کی فلاح و بہبود اور خود اپنے کردار کی پاکی تھا۔ ان کی تعلیمات کو آج 'نام جپنا' کرت کرنا اور 'وند چھا کنا' کے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے جن میں صحیح عقیدے اور عبادت' ایماندار زندگی، اور دوسروں کی مدد کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ اس طرح گرو نانک کا مساوات کا تصور سیاسی اور سماجی دونوں طرح کے اثرات رکھتا تھا۔ اس سے کسی حد تک اس فرق کی وضاحت ہوسکتی ہے جو گرو نانک کے پیروکاروں کی تاریخ میں اور دور وسطی کے دوسرے مذہبی افراد۔ کبیر، روی داس اور دادو کے پیروؤں کی تاریخ میں نظر آتا ہے جن کے خیالات گرو نانک سے بہت ملتے جلتے تھے۔

مارٹن لوتھر اور اصلاح

سولھویں صدی کا زمانہ یورپ میں بھی مذہبی جوش وخروش کا زمانہ تھا۔ عیسائیت میں لائی جانے والی تبدیلیوں کے سب سے اہم قائدوں میں ایک مارٹن لوتھر (1483-1546) تھے۔ لوتھر نے محسوس کیا کہ رومن کیتھولک چرچ میں کچھ عمل بائبل کی تعلیمات کے خلاف چل رہے ہیں۔ انھوں نے بائبل کی لاطینی زبان کے مقابلے میں عام لوگوں کی زبان کو ترغیب دی اور بائبل کا جرمن مین ترجمہ کیا۔ لوتھر انڈلجنس Indulgence کے طریقے کے سخت خلاف تھے یعنی چرچ کو چندے دے کر اپنے گناہوں کو معاف کرالیا جائے۔ ان کے خیالات چھاپے خانے کی ترقی اور استعمال کے ساتھ دور دور تک پھیلے۔ پروٹسٹنٹوں کے بہت سے فرقے اپنی جڑیں لوتھر کی تعلیمات میں تلاش کرتے ہیں۔

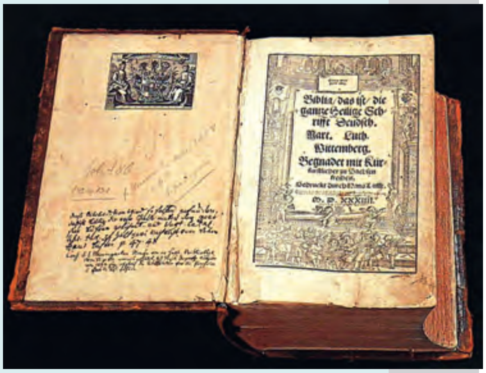

شکل 12 مارٹن لوتھر کا ترجمہ کردہ جرمن بائبل کا ایک صفحہ۔

© NCERT not to be republished

ذرا تصور کیجیے

آپ ایک جلسے میں بیٹھے ہیں جہاں کوئی سنت ذات پات کے نظام پر بات کر رہا ہے۔ آپ اس گفتگو کو بیان کیجیے۔

ذرا یاد کریں

1۔ مندرجہ ذیل کو ملائیے:

بدھ	نام گھر
شنکردیوا	وشنو کی پوجا
نظام الدین اولیاؒ	سماجی فرق پر سوال اٹھایا
نینار	صوفی سنت
الوار	شیو کی پوجا

2۔ خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(a) شنکر............ کی وکالت کرتے تھے۔

(b) رامانج پر............ کا اثر پڑا۔

(c) ......، ......اور...... ویراشیومت کی وکالت کرتے تھے۔

(d) .... مہاراشٹرا میں بھکتی روایت کا ایک اہم مرکز تھا۔

3۔ ناتھ پنتھیوں، سدھوں اور یوگیوں کے عقیدے اور کام بیان کیجیے۔

4۔ کبیر نے کن خاص خاص خیالات کو بیان کیا تھا۔ وہ انھیں کس طرح بیان کرتے تھے؟

5۔ صوفیوں کے خاص خاص عقائد اور عمل کیا تھے؟

6۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ بہت سے استادوں یا بزرگوں نے اس وقت کے مذہبی عقیدوں اور کاموں کو مسترد کیا؟

7۔ بابا گرونانک کی خاص تعلیمات کیا تھیں؟

کلیدی الفاظ

ویرشیومت

بھکتی

صوفی

خانقاہ

© NCERT not to be republished

آیئے مباحثہ کریں

8۔ ویرشیووَں یا مہاراشٹر کے سنتوں کا ذات پات کے بارے میں کیا رویہ تھا؟

دونوں میں سے کسی ایک پر بات کیجیے۔

9۔ آپ کے خیال میں عام لوگوں نے میرابائی کی یاد کو کیوں باقی رکھا؟

آیئے کچھ کریں

10۔ تلاش کیجیے کہ کیا آپ کے آس پاس میں کچھ درگاہیں، گُردوارے یا ایسے مندر ہیں جو بھکتی روایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں جائیے اور آپ نے جو دیکھا یا سنا اسے بیان کیجیے۔

11۔ کسی بھی ایسے سنت شاعر جس کے گیت یا نظمیں اس باب میں شامل ہیں، اس کی نظموں یا گیتوں کے بارے میں اور معلومات حاصل کیجیے اور اس کی کچھ اور نظمیں لکھ لیجیے۔ معلوم کیجیے کہ کیا یہ گائی جاتی ہیں، اور ان شاعروں نے کن چیزوں یا خیالات کے بارے میں شاعری کی ہے۔

12۔ اس باب میں بہت سے سنت شاعروں کے نام تو دیے گئے ہیں مگر ان کا کلام شامل نہیں کیا گیا۔ اس زبان کے بارے میں جس میں انھوں نے لکھا تھا اور معلومات حاصل کیجیے۔ کیا ان کی شاعری گائی جاتی تھی؟ اور ان کی شاعری کن چیزوں یا خیالات کے بارے میں تھی؟

© NCERT not to be republished